Part-1 

16-06-2018

عید کا تاریخی پس منظر اور فلسفہ

مفتی منیب الرحمٰن

عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: ''لوٹنا''۔ چونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے، اس لیے اس کو عید کہتے ہیں۔ ابن العربی نے کہا: ''اسے ''عید'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دن ہر سال مسرت کے ایک نئے تصور کے ساتھ لوٹ کر آتا ہے''۔ علامہ شامی نے لکھا ہے: ''مسرت اور خوشی کے دن کو عید، نیک شگون کے طور پر کہا جاتا ہے تاکہ یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے، جیسے ''قافلہ'' کے معنی ہیں: ''لوٹ کر آنے والا''، اہلِ عرب قافلہ بھی نیک شگون کے طور پر کہتے ہیں، حالانکہ وہ سفر پر روانہ ہونے والا ہوتا ہے کہ یہ کامیاب وکامران ہو کر سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر واپس آجائے''، گویا یہ ایک کلمۂ دعا ہے۔ چونکہ رب تبارک وتعالیٰ اس دن اپنے مقبول بندوں پر اپنی اَن گنت نعمتیں اور برکتیں لوٹاتا ہے، اس لیے بھی اسے عید کہتے ہیں۔

دنیا کی ہر قوم اور مذہب کے ماننے والے کسی نہ کسی صورت میں سال میں چند دن تہوار مناتے ہیں۔ ہر قوم اور مذہب و ملت کے لوگ یہ تہوار اپنے عقائد، روایات اور ثقافتی اَقدار کے مطابق مناتے ہیں۔ پس اس سے یہ حقیقت ضرور واضح ہوتی ہے کہ تصورِ عید انسانی فطرت کا تقاضا اور انسانیت کی ایک قدرِ مشترک ہے، سعودی عرب کے قومی دن کو ''عید الوطنی'' کہتے ہیں۔ مسلمان قوم چونکہ اپنے عقائد اور ملی اَقدار کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام سے منفرد و ممتاز ہیں، اس لیے ان کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے، بقول علامہ اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

دیگر اقوام کے قومی ایام ناؤنوش ورقص وسرود کی محفلیں بپا کرنے، دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھوجانے، مادر پدر آزاد ہو کر بدمستیوں میں ڈوب جانے، تمام اخلاقی اَقدار کو تج کر، نفسانی خواہشات اور سفلی جذبات کو فروغ دینے اور ''آج یا پھر کبھی نہیں'' کے مصداق ہوائے نفس کا اسیر بن جانے کا نام ہے۔ اس کے برعکس بدن، لباس اور روح کی طہارت، قلب کے تزکیے، عجز وانکسار اور خشوع وخضوع کے ساتھ مسلمانوں کا اسلامی اتحاد واخوت کے جذبے سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ بندگی اور نذرانۂ شکر بجالانے کا نام عید ہے۔

خالص اسلامی فکر اور دینی مزاج کے مطابق اسلامی تمدن، معاشرت اور اجتماعی زندگی کا آغاز ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں ہوا۔ چنانچہ 02ھ میں عیدین کا مبارک سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ یثرب سال میں دو دن میلہ لگاتے تھے اور کھیل تماشے کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تہوار منع فرمادیے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں تمہیں دو بہتر دن عطا فرمادیے ہیں، یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر، (ابوداؤد:1134)''۔

یہاں فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں نہیں کر دیا کہ نو روز اور مہرجان کے انہی تہواروں کی اصلاح فرما دیتے اور ان میں جو رسوم شرعی اعتبار سے منکرات کے زمرے میں آتی تھیں، ان کی ممانعت فرما دیتے اور اظہار مسرت کی جو جائز صورتیں تھیں، وہ اختیار کرنے کی اجازت دے دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اللہ کی حکمت کار فرما تھی۔ دراصل ہر چیز کا ایک مزاج اور پس منظر ہوتا ہے، آپ لاکھ کوشش کریں، لیکن کسی چیز کو اس کی ماضی کی روایات اور تاریخی پس منظر سے جدا نہیں کر سکتے۔ پس جس چیز کی اساس منکرات ومحرمات پر رکھی گئی ہو، اس کی کانٹ چھانٹ اور میک اپ سے خیر پر مبنی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا اور اسلام تو آیا ہی کفر اور بدی کے اثرات کو مٹانے کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلامی عقائد اور خالص دینی فکر اور شرعی مزاج کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کا تعلق جاہلانہ رسوم سے یکسر ختم کر دیا جائے تا کہ عہد جاہلیت کی تمام علامات سے کٹ کر ان میں صحیح دینی فکر پیدا ہو۔ چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے اس نے جہاں اپنے ماننے والوں کو لادینی نظریات سے محفوظ رکھا وہاں ان کے صحیح جبلی اور فطری تقاضوں کی آبیاری بھی کی، عید منانا انسانی فطرت کا تقاضا تھا، لہٰذا مسلمانوں کو ایک عید کی بجائے دو عیدوں کی نعمت عطا فرمائی۔

جس طرح ہر قوم وملت کی عید اور تہوار اپنا ایک مخصوص مزاج اور پس منظر رکھتے ہیں، اسی طرح اسلام میں عیدین کا بھی ایک ایمان افروز پس منظر ہے۔ رمضان المبارک انتہائی بابرکت مہینہ ہے، یہ ماہ مقدس اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں، مغفرتوں اور عنایات وبرکات کا خزینہ ہے، اسے ماہ نزول قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اسلامی تاریخ میں حق وباطل کا پہلا فیصلہ کن معرکہ غزوۂ بدر اور پھر فتحِ مکہ بھی اسی مبارک مہینے میں وقوع پذیر ہوئے۔ روزے کی عظیم المرتبت عبادت کی فرضیت کا شرف بھی اسی مہینے کو عطا کیا گیا۔ تراویح کی صورت میں ایک مسنون نماز بھی اس مہینے کی روحانی بہاروں میں ایک اور اضافہ ہے اور سب سے بڑھ کر ہزار مہینوں کی عبادت پر فوقیت رکھنے والی ایک رات، ''لیلۃ القدر'' بھی اسی رمضان میں ہے۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں بندۂ مومن ایک عشرے کے لیے سب سے کٹ کر اپنے رب سے لَو لگانے کے لئے اعتکاف میں بیٹھ جاتا ہے۔ جب مومن اتنی بے پایاں نعمتوں میں ڈوب کر، اپنے رب کی رحمتوں سے سرشار ہو کر اپنی نفسانی خواہشات، سفلی جذبات، جسمانی لذات، محدود ذاتی مفادات اور گروہی تعصبات کو اپنے رب کی بندگی پر قربان کر کے سرفراز وسربلند ہوتا ہے، تو وہ رشکِ ملائک بن جاتا ہے، اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے، باری تعالیٰ کے کرم خاص کا یہ تقاضا بن جاتا ہے کہ وہ پورا مہینہ اپنی بندگی میں سرشار، سراپا تسلیم واطاعت اور پیکر صبر ورضا بندے کے لیے انعام واکرام کا ایک دن مقرر فرما دے۔ چنانچہ یہ ماہِ مقدس ختم ہوتے ہی شبِ عیدالفطر (یکم شوال المکرّم) کی رات کو اسی لیے لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) قرار دیا گیا ہے۔

الغرض ماہ رمضان کی آخری رات فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق ''انعام کی رات'' ہے اور اللہ کے اس انعام واکرام سے فیض یاب ہونے کے بعد اللہ کا عاجز بندہ سراپا سپاس بن کر شوال کی پہلی صبح کو یوم تشکّر کے طور پر مناتا ہے۔ بس یہی حقیقتِ عید اور روحِ عید ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''رمضان کی آخری رات میں آپ کی امت کے لیے مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ (رات) شب قدر ہے؟، حضور ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر تو نہیں ہے لیکن عمل کرنے والا جب عمل پورا کر دے تو اسے پورا اجر عطا کیا جاتا ہے''۔

احناف کے نزدیک عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ فرض ہے، دیگر ائمہ میں سے بعض کے نزدیک فرضِ کفایہ ہے اور بعض کے نزدیک سنتِ مؤکدہ۔ نمازِ عید بغیر اذان و اقامت کے پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ نمازِ عید کا وقت چاشت سے لے کر نصف النہار شرعی تک ہے۔ عید الفطر ذرا تاخیر سے پڑھنا اور عید الاضحیٰ جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ نمازِ عید کے بعد امام کا دو خطبے پڑھنا اور ان کا سننا سنت ہے۔ احناف کے نزدیک نمازِ عید میں چھ زائد تکبیریں ہیں، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے تین اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین زائد تکبیریں امام کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔ عید کی نماز آبادی سے باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت ہے۔ البتہ بارش، آندھی یا طوفان کی صورت میں مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا پی لینا سنت ہے۔

مسلم ممالک آپس میں شیر و شکر تو کبھی نہ تھے، مگر گزشتہ کچھ عرصے سے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا بھی نہ تھے۔ مصر میں جمال عبدالناصر کے انقلاب کے بعد سعودی عرب اور مصر ایک دوسرے کے مقابل اور یمن کی داخلی جنگ میں ایک دوسرے کے حریف تھے، بعد میں یہ دونوں ملک امریکی کیمپ میں آگئے، اسی طرح عرب ممالک امریکہ اور سوویت یونین کے کیمپوں میں منقسم تھے مگر سوویت یونین کے زوال کے بعد یہ تقسیم بے اثر ہوگئی، ایران عراق جنگ کے زمانے میں عرب ممالک یکجا تھے۔ اب روس کے عالمی سیاست میں دوبارہ فعال ہونے کے بعد یہ تقسیم دوبارہ لوٹ آئی ہے۔ سعودی عرب اور قطر میں ایک دوسرے پر بداعتمادی ہے، سعودی عرب کی قیادت میں ''خلیج تعاون کونسل'' نے قطر کو الگ تھلگ کرنے کی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ اسی طرح یمن اور شام میں ایران اور سعودی عرب ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں، شام کو کھنڈرات میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ امریکہ و یورپ، روس، ایران اور ترکی سب کے اپنے اپنے اہداف ہیں، لیکن سب کا نشانہ شام کی سرزمین ہے۔ پاکستان تو پہلے ہی مسائل اور مصائب میں گھرا ہوا ہے، سو امتِ مسلمہ مشکلات سے دوچار ہے اور بظاہر ان مشکلات سے نکلنے کی کوئی فوری تدبیر نظر نہیں آتی، سوائے اس کے کہ امریکی پالیسی میں کوئی جوہری تبدیلی آجائے۔ ترکی نے کچھ عرصے سے مسلمانوں کے ملی مسائل میں فعال کردار ادا کرنا شروع کیا تھا، مگر اب وہ بھی مسائل کے گرداب میں گھرا نظر آتا ہے اور نیٹو ممالک کے ساتھ اُس کی مفاہمت، اعتماد اور تعاون پہلے جیسا نہیں ہے۔ سو مسائل ہی مسائل ہیں اور امت ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کرنے میں تاحال ناکام ہے۔ امریکہ بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرکے اپنا سفارت خانہ وہاں منتقل کرچکا ہے اور اس پالیسی نے فلسطین کو آگ کا ڈھیر بنادیا ہے، مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں نے گزشتہ کئی عشروں سے عزیمت واستقامت اور مسلسل قربانیوں کی ایک ناقابلِ فراموش داستان رقم کی ہے، مگر بھارت کی خوشنودی میں دنیا ان کے مسائل ومصائب اور حقِ آزادی سے صَرفِ نظر کیے ہوئے ہے۔

پس تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ عجز و نیاز کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ امتِ مسلمہ اس گردابِ بلا سے نکل جائے اور پاکستان کو داخلی طور پر اپنے گرد و پیش جن گھمبیر مسائل کا سامنا ہے، اُن سے نجات پائے۔ ہمارا وطن امن وسلامتی کا گہوارہ بنے، دہشت گردی، بے امنی اور تخریب وفساد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو، ہمارا پڑوسی ملک بھارت اپنی سازشوں میں نامراد اور خائب وخاسر ہو۔ ہمارے برادر مسلم ممالک جو بھارت کے آلۂ کار کے طور پر استعمال ہورہے ہیں، انہیں خیر کی توفیق نصیب ہو۔

(روزنامہ دنیا، 16، جون 2018ء)